رسالة مجموعة التوحيد

ایمان

کی مضبوط ترین زنجیر

تالیف

لشیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

لشیخ سلیمان بن عبداللہ ابن الشیخ رحمہ اللہ

لشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ

ترجمہ فضیلۃ الشیخ خلیق الرحمٰن قدر حفظہ اللہ

استاد جامعہ دارالحدیث رحمانیہ کراچی

ادارہ بیت الحمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ھدیۃ طیبۃ'' پاکیزہ تحفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ! اَمَّابَعْدُ

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا۔

کہ ''لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے کیا معنی ہیں۔آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا''باخبر رہو کہ یہ کلمہ اسلام اور کفر میں فرق کرنے والا ہے اور یہ کلمہ تقویٰ ایک مضبوط کڑا ہے۔یہ وہی کلمۂ اسلام ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کے لیے تجویز فرمایا تھا تاکہ وہ اس کلمہ کی طرف رجوع کرتے رہیں اور اس کلمے کے مفہوم ومعانی سے آشنا ہوئے بغیر صرف زبان سے ادائیگی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ منافقین بھی تو یہی کلمہ پڑھتے تھے حالانکہ ان کے نماز وصدقات کے باوجود ان کو کفار سے بھی بدتر جہنم کے نچلے گڑھے کا حق دار قرار دیا گیا۔ کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی پہچان ومعرفت ہو۔اس کلمے اور اس کو پڑھنے والوں سے محبت کی جائے۔ اس کلمے کے مخالفین اور دشمنوں سے بغض ونفرت کی جائے۔جیسا کہ:

نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا ایک حصہ یوں ہے''مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ''یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ خلوص دل کے ساتھ کہے۔(ترغیب :٢/٤١٤،مجمع الزوائد :١/١٧)

بعض روایات میں''خلوص''اور''سچے دل کے ساتھ''کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

(مسند احمد: ٤/٤١١)

ایک حدیث میں فرمایا''جولا الہ الا اللہ کہےاوراللہ کے ماسوامعبودوں کاانکاربھی کرے''

(مسلم الایمان : ۱۳۰)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اس کلمے کی حقیقت سے لاعلم ہیں۔

باخبر رہیے کہ اس کلمہ توحید میں نفی کا معنی بھی ہے اور اثبات کا بھی۔یعنی اللہ کی تمام مخلوقات میں ''ماسواللہ کے'' ہر معبود کا انکار کرنا ضروری ہے۔حتّٰی کہ محمدﷺ اور جبرئیل ں کا بطورِ معبود انکار کرنا بھی شامل ہے۔ اولیاءاللہ اور بزرگ لوگوں کو معبود ماننا تو بہت دور کی بات ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آجائے تو اس معبودیت پر غور کرنا چاہیے جسے اللہ رب العزت نے اپنے لئے برقرار رکھا ہے۔اور اپنی ذات کے علاوہ ہر قسم کے معبود حتّٰی کے محمدﷺ و جبرئیل علیہ السلام کو رائی کے دانے کے برابر بھی معبود ماننے سے انکار کیا ہے۔

جان لو کہ وہ الوہیت جس کو ہمارے دور کے عام لوگ ''سرِّ ولایت'' بھی کہتے ہیں اور''الٰہ'' کے معنی کرتے ہیں کہ''ولی جو راز دان (پہنچی ہوئی سرکار) ہو،ایسے اولیاء کے نام''فقیر بھی رکھتے ہیں اور شیخ وسیّد بھی ان کے متعلق جہلاء کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خواص کو بڑی قدرومنزلت سے نوازا ہے۔ عام لوگوں کو ان سے لَو لگانی چاہئے' بلکہ یہ تو مخلوق اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں۔

ایسے لوگوں کے متعلق ہی ہمارے زمانے کے مشرکین کا عقیدہ ہے وہ''واسطہ'' ہیں اور قبل از اسلام مشرکین ان کو''الٰہ'' اور معبود کہتے تھے۔لہٰذا جب بندہ یہ کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ تو گویا وہ ایسے ہی درمیانی واسطوں کا انکار کرتا ہے۔اگر آپ اس مسئلے میں مکمل معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے درج ذیل دو باب پیش کیے جاتے ہیں۔

﴿باب اول﴾

اولاً تو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ وہ کفار جن کے خلاف رسول اللہﷺ نے جہاد کیا ان کو قتل کیا اور ان کے مال کو بطور غنیمت جائز سمجھا وہ تمام کفار بھی تو اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے۔

توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ پیدا کرنے،رزق دینے،زندگی وموت اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا صرف ایک اللہ ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ اَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَفَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ))

''آپ کہو کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔اور وہ کون ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ کہیں گے کہ اللہ''۔(یونس:31)

یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے کہ کفار توحید ربوبیت کی گواہی دیتے اور اقرار بھی کرتے ہیں لیکن پھر بھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں۔اور ان کی جان و مال بھی حرام نہیں۔باوجود اس کے کہ وہ حج وعمرہ کرتے اور صدقات دیتے اور (اپنے طریقوں کے مطابق) عبادت بھی کرتے تھے۔بلکہ بہت سے لوگ تو حرام کردہ اشیاء کو اللہ کے خوف سے ترک بھی کر دیتے تھے۔

﴿باب ثانی﴾

لیکن اگر دوسرے رخ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان کو کافر قرار دیا اور ان کے مال وخون کو حلال قرار دیا وہ ان کی''توحید الوہیت'' کی گواہی نہ دینا تھا۔توحید الوہیت یہ ہے کہ''اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی کو پکارا نہ جائے،نہ ہی امیدیں استوار رکھی جائیں،اللہ کے علاوہ کسی سے مدد طلب کی جائے اور نہ ہی ذبیحہ اور نذر ونیاز کی جائے۔اگر اللہ کے علاوہ کسی فرشتے یا نبی سے مدد طلب کی۔کسی کے لیے نذر ونیاز چڑھائی یا ذبیحہ کیا تو تحقیق یہ کفر ہوا اور ایسا کرنے والا کافر ہو گیا۔

مزید معلومات کے لئے عرض ہے کہ وہ مشرکین جن کے خلاف وہ اپنے نیک بزرگوں کو پکارا کرتے تھے۔مثلاً وہ فرشتوں،اولیاء،اور عزیر علیہ السلام کو پکارتے تھے۔اسی باعث ان کو کافر قرار دیا گیا باوجود اس کے وہ

اللہ کو خالق، رازق اور مدبّر کل مانتے تھے۔تو لہٰذا جب اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو خود بخود ''لا الٰہ الا اللہ'' کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ جو کسی نبی، فرشتے کو پکارے، مدد مانگیں اور نذر و نیاز مانیں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔۔اور ان میں شامل ہوگا جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جہاد فرمایا۔

ایک سوال

اگر مشرکین یہ سوال کریں کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق رازق اور مدبر کل ہے۔لیکن یہ صالحین اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں ہم ان کو پکارتے ہیں اور ان کے لیے نذر و نیاز چڑھاتے ہیں ہم ان کے پاس جا کر حاضری دیتے، مدد مانگتے اور قیامت کے دن اُن کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔وگرنہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کو خالق و مالک قرار دیتے ہیں۔

جواب

جواباً عرض ہے کہ یہ کلام تو ابوجہل اور اگلے ہم نواؤں کا بھی تھا۔وہ اگر عیسیٰ، عزیر علیہم السلام ملائکہ اور اولیاء کو پکارتے تھے تو ان کا عقیدہ بھی یہی ہوتا تھا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى))

''اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کردیں۔'' (زمر:3)

ایک اور مقام پر فرمایا۔

((وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ))

''اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔'' (یونس:18)

اس مقام پر غور و فکر کرنا چاہیے اور اس مسئلے کی معرفتِ تامہ رکھنی چاہیے کہ کفّارِ مکہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کی گواہی دیتے تھے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو ایک خالق، رازق اور معاملاتِ دنیا چلانے والا جانتے مانتے تھے۔اور جو وہ انبیاء اولیاء اور ملائکہ کو پکارتے دعائیں مانگتے تھے تو صرف اللہ کے حضور قربت و شفاعت کے لئے!

اس کے ساتھ ساتھ کفار خصوصًا عیسائیوں کے متعلق بھی علم ہونا چاہیے کہ بعض عیسائی ایسے بھی ہیں جو شب و روز اللہ کی عبادت کرنے والے، دنیا سے بے رغبت، صدقہ و خیرات کرنے والے اور لوگوں سے دور عبادت گاہوں میں زندگی گزارنے والے ہیں۔اس کے باوجود وہ کافر، جہنمی اور اللہ کے دشمن ہیں۔کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اولیاء کے متعلق غلط نظریات رکھتے ہیں۔ان کو پکارتے ان کے لئے ذبیحہ اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔اس بات کو سمجھنے کے بعد اس خالص اسلام کی صفات سمجھی جاسکتی ہیں جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔اور یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ آج بہت سے لوگ اسلام سے دور ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''بَدَأَ الاِسْلَام غَرِيْبًا وَسَيَعُوْد غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ'' اسلام ابتدائے دور میں اجنبی تھا اور پھر دوبارہ یہ اجنبی ہوجائے گا جیسا کہ ابتدا میں تھا۔''

اے مسلمان بھائیوں اللہ کے لئے اپنے دین کی اصل بنیادوں کو مضبوطی سے تھام لو۔ابتداء سے لے کر انتہاء تک، اور سر سے لے کر پاؤں تک دینِ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی میں شامل ہوجاؤ۔کلمے کی معانی کا علم حاصل کرو۔کلمہ اور اہل کلمہ سے محبت کرو۔اہل اسلام کو اپنا بھائی تصور کرو۔اگرچہ وہ بہت سے دور دراز کے علاقے کے کیوں نہ ہوں۔اسی طرح ہر طاغوت کا انکار کرو اس کو اپنا دشمن سمجھو۔اہل طاغوت اور ان سے محبت کرنے والوں سے نفرت کیجئے۔یا جو طاغوت کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں سے جنگ کرے یا جو کفار کو کافر نہ سمجھے ان سے بھی نفرت کا اظہار کرو۔یا جو شخص کہے مجھے تو ان کفار سے کوئی سروکار نہیں۔یا اللہ نے ہمیں ان کو کافر قرار دینے کا پابند نہیں کیا تو تحقیق اس نے البتہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا اور افتراء درازی کی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو پابند فرمایا ہے کہ کفار کو کافر قرار دو۔ان سے بیزاری و نفرت کا اظہار کرو۔اگرچہ یہ کفار ان کے رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اے عزیزان گرامی! اللہ کے لئے اس دین کو مضبوطی سے باندھ لو تا کہ تم اپنے رب سے ڈرنے لگ جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اے اللہ ہمیں حالتِ اسلام میں فوت کرنا اور نیک لوگوں میں شامل کرنا۔ ہم خلاصہ کلام کے طور پر ایک آیت کریمہ پیش کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ہمارے زمانے کے مشرکین ان کفار سے بڑے مشرک ہیں جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جہاد فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((وَاِذَامَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا))

''اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں صرف اللہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔''(الاسراء:67)

آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہوا ہے جنہیں کبھی کبھار نقصان و مصیبت کا سامنا ہوتا تو اپنے بزرگوں سرداروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان سے مدد طلب نہیں کرتے بلکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی طرف توجہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں تو تب شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ اب تم موجودہ دور کے مشرکین کی طرف دیکھو۔ جن میں بعض عالم ہونے کے دعویدار بھی ہیں ایسے لوگوں میں زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کرنے والے بھی ہیں لیکن وہ آزمائش و مصیبت کے لمحوں میں غیر اللہ کو پکارنے لگ جاتے ہیں ان غیر اللہ میں مشہور صوفی بزرگ معروف کرخی۔ عبدالقادر جیلانی شامل ہیں کچھ لوگ زید بن خطاب بلکہ رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں۔ ان مشرکوں میں کچھ تو اس حد تک آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں کہ وہ طاغوت کفار اور مرتدوں سے بھی مدد مانگتے ہیں۔ جیسے کہ شمسان، ادریس، یونس وغیرہ۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَوَّلًا وَآخِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان کی مضبوط ترین زنجیر

تالیف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ رب العالمین!

اللہ تعالیٰ آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ پہلے پہل باخبر رہیے کہ ایمان کی سب سے مضبوط ترین کڑی اور زنجیر ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' ہے۔ درحقیقت اس قول کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے ایک گاؤں یا ایک شہر کے متعلق بات کی جارہی ہے جو مرتد ہے، اور ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا تذکرہ حکمرانوں کے پاس آجاتا ہے۔ تو لوگ ان کی دنیاوی حمیت و عصبیت کی وجہ سے حمایت کرتے ہیں۔ یعنی ان سے تکلیف کو دور کرنے کی بات کرتے ہیں یا مسلمانوں کے نقائص کو چھپانے یا ان کے خلاف مسلمانوں کی سرگرمیوں کے متعلق اشارہ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ افعال منافقوں سے دوستی یا موالات کہلائے گی۔ یا یہ عمل کفر ہوگا۔ اگرچہ ان لوگوں میں اتنی ہمت و طاقت ہو کہ وہ ان کو کافر اور برا بھلا کہہ سکیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے سوال پوچھا گیا کہ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ خاص طور پر جب یہ افعال کسی شخص میں پائے جائیں تو اس کے ساتھ کیسا رویہ رکھا جائے؟

(جواب اول) پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر مشرکوں، کافروں اور منافقوں کی عداوت کو

فرض قرار دیا ہے۔اور وہ سرکش بدّو جو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور ان کا نفاق بھی مشہور ہو چکا ہو تو ان کے خلاف جہاد کرنے اور قول و عمل سے سخت رویہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون ہونے اور قتل کیے جانے کی پھٹکار بھی پلائی ہے۔جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

((مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا))

''یہ لوگ ملعون ہیں جہاں کہیں ملیں پکڑو اور قتل کر دو۔''(احزاب:61)

اللہ تعالیٰ نے مومنین و کفار میں موالات و دوستی کو ختم کر دیا ہے۔اور ناپسند کیا ہے جو اس قسم کی دوستی رکھے گا وہ انہیں کفار میں شمار ہوگا۔ذرا سوچئے کہ کوئی شخص کیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کر سکتا ہے جبکہ وہ اللہ کے ان دشمنوں سے محبت کرتا ہو جن پر شیطان غالب آ چکا ہو۔ان لوگوں نے تو اللہ کے علاوہ اوروں کو اپنا ولی بنا لیا ہے۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تحب عدوّی ثمَّ تزعم أننّی صدیقک إن الود عنک ولعازب

''تو میرے دشمنوں سے محبت کرتا ہے اور پھر یہ گمان کرتا ہے تو میرا صدیق ہے۔یقیناً محبت تجھ سے بہت دور ہے۔''

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ایمان کے اصول و قواعد میں سے ایک عظیم اصول ہے۔ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس اصول کی پابندی کرے۔یہ بات حدیث رسول ﷺ میں بھی ہے۔

''اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ''(الدرالمنشور:۸/۸۲)

ترجمہ:''اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض کرنا ایمان کی مضبوط ترین زنجیر ہے۔''

اسی لیے اس موضوع کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کثیر فرمایا ہے۔

((لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً))

''مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کے کافروں کو (اپنا) دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو کچھ بھی اللہ کے ذمے میں نہیں مگر اس وقت کہ ان (کے شر) سے کسی طرح بچنا چاہو

اور اللہ تمہیں اپنے (جلال وقہر) سے ڈراتا ہے۔''(آل عمران:28)

اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا قول ہے۔کفار سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔جیسا کہ بعض کافروں سے قرابت داری یا قبل از اسلام دوستی ہو یا پھر کوئی اور معاشرتی و سماجی تعلق کیوں نہ ہو پھر بھی ان سے دوستی منع ہے''مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا کفار کو چھوڑ کر مومنوں سے تعلق قائم رکھنا زیادہ بہتر ہے۔مومنوں کے مقابلے میں کفار کو ترجیح نہ دو۔اور جو شخص کفار سے دوستی کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔یعنی وہ اللہ کی ولایت اور محبت سے مکمل طور پر علیحدہ ہو جائے گا۔اور یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کیونکہ کسی دوست اور اس کے دشمن دونوں سے محبت کرنا ناممکن اور ایک دوسرے کے منافی ہے۔(اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً) کا مطلب یہ ہے مسلمانوں کی کفار سے دوستی کی صرف اس وقت رخصت ہے جب (مسلمانوں کا کمزور ہونے کے سبب) مسلمان خوف زدہ ہوں اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی مجبوری ہو۔اور مسلمان مقہور و مجبور ہوں اور کفار سے اظہار پر قادر نہ ہوں تو تب جا کر صرف ظاہری تعلق قائم کرنے کی رخصت ہے۔دل سے مسلمانوں کو کفار سے بغض و نفرت پر مطمئن رہنا چاہیے۔اور اس مجبوری کے ختم ہونے کا منتظر رہنا چاہیے۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ))

''مگر جو شخص مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''(النحل:106)

عبداللہ بن عباس ؓ کا قول ہے کہ اس آیت میں ''تقیہ'' سے مراد عمل سے ڈرنا نہیں بلکہ زبان سے ڈرنا مراد ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کو اپنا دوست اور راز دان نہ بنائیں ہاں اگر کفار غالب ہوں تو صرف ان سے ظاہراً اظہار دوستی کرنا چاہیے اور دینی لحاظ سے مخالفت ہی کرنا چاہیے۔

ابن عباس ؓ کا قول اسی آیت کے متعلق ہے جسے ابن جریر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے۔

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ))

''اے ایمان والو! تم اپنا ولی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔''(آل عمران:118)

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی کا قول ہے کہ: ''ان کفار کو اپنا خاص جگری راز دان نہ بناؤ''

اسی طرح ایک مقام پر فرمان الٰہی ہے''

((یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.....))

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے ظالموں کو اللہ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا۔ آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے۔ پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر بے طرح نادم ہونے لگیں گے۔ اور ایمان دار کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ ناکام ہو گئے۔ اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔'' (المائدہ:51تا54)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ یہودی یا عیسائی بن جائیں اور ان کو خبر ہی نہ ہو کیونکہ حکم الٰہی ہے ''جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔'' اور آیت:

((فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْھِمْ))

''آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں۔

(المائدہ:52)

کے متعلق امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ منافقین یہودیوں کے کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ اور

دیگر کئی قسم کے تعلقات رکھتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ یہودیوں کے بچوں کو دودھ پلانے کی مزدوری بھی کرتے تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس آیت ''اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ'' وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر۔ کے متعلق فرماتے ہیں۔ مومنوں کو اپنے دین والے ساتھیوں پر بڑا نرم دل ہونا چاہیے اور دین کے مخالفین کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے۔ یہ معانی دیگر سلف صالحین سے بھی مروی ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

((یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ))

''مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں۔'' (المائدہ:57)

ایک اور مقام پر فرمایا:

((تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ خٰلِدُوْنَ))

''ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔'' (المائدہ:80)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے۔

((یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ))

''اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سخت ہو جاؤ ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے جو نہایت بدترین جگہ ہے''۔ (توبہ:73)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور اسلام کے دعوے دار منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور

قولاً فعلاً سخت ترین رویہ اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کفار سے تلوار کے ساتھ اور منافقوں کے زبان سے جہاد کرنا چاہیے ''وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ'' کا مطلب ہے کہ نرم رویہ چھوڑ دو۔ عبداللہ بن مسعود ﷺ آیت (جَاهِدِ الْكُفَّار) کے متعلق فرماتے ہیں پہلے ہاتھ سے جہاد کرو اگر استطاعت نہ ہو تو زبان پھر دل سے جہاد کرو۔ اگر کبھی آمنا سامنا ہو جائے تو ترش روی سے پیش آؤ۔ یعنی چہرے کا رنگ غیض وغضب سے تبدیل ہو جائے۔'' اس روایت کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ نے مرفوعاً شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

((لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ))

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے کیوں نہ ہوں۔'' (مجادلۃ:22)

اس آیت میں ایسے افعال کرنے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ اگر چہ وہ لوگ محبت' پیار' اور عقیدت اپنے والدین بھائی بیٹوں کے ساتھ بہت زیادہ ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

فرمان الٰہی ہے۔

((لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ))

''دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا وگرنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی''۔

(ھود:113)

ابن عباس ﷺ تفسیر فرماتے ہیں ''کفار کی طرف ذرہ برابر بھی مائل نہ ہوا جائے''۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ان کی اطاعت کرو اور نہ ان سے محبت کرو۔ اور ان کو اپنے معاملات وحکومت کا ولی نہ بناؤ۔ جیسے کہ آج کل فاسق فاجر حکمران بنے بیٹھے ہیں۔

امام النوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جس شخص نے کفار کو دوات تیار کر کے دی یا قلم تراش کر دیا یا لکھنے کو کاغذ مہیا کیا تو وہ بھی ان میں شامل ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جن امور سے منع فرمایا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1) کفار کی خواہشات کی پیروی کرنا۔
2) دوسروں سے جدا ہو کر کفار کے بن کر رہنا۔
3) ان کی مجلسوں میں حاضر ہونا۔
4) کفار سے میل جول رکھنا۔
5) ان کے کاموں سے راضی رہنا۔
6) کفار کی مشابہت اختیار کرنا۔
7) کفار کی طرح کا تشخص (لباس وغیرہ) قائم کرنا۔
8) کفار کی عیش وعشرت کی طرف نگاہِ حسرت سے دیکھنا۔
9) کفار کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا۔

یہ تمام امور ایک طرف اس آیت کے الفاظ پر غور کرو کہ تم کفار کی طرف ذرا برابر بھی مائل نہ ہو؟

فرمان الٰہی ہے۔

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ))

''اے ایمان والو میرے دشمنوں کو اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو''۔ (ممتحنہ:1)

واضح رہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ ﷺ کے متعلق نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے مشرکوں کو ایک خط لکھ کر رسول اللہ ﷺ کی مکہ روانگی کا راز ظاہر کر دیا تھا۔ اور گذشتہ آیتِ مجادلہ ابوعبیدہ بن جراح ﷺ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جب انہوں نے بدر کی جنگ کے موقع پر اپنے والد کو قتل کر دیا تھا۔ (روایت طبرانی، حاکم)

اسی طرح ابن جریج سے روایت ہے کہ ابوقحافہ نے ایک بار نبی اکرم ﷺ کو گالی دی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد قحافہ کو اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گئے ۔اس واقعے کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ۔کیا تم نے ایسا کیا تھا ؟تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں تلوار دے مارتا ۔اس واقعے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن المنذر،الدرالمنشور:۸۲/۸)

یہ واقعہ ابتدائے اسلام کا لگتا ہے۔

کیونکہ ابوقحافہ فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے تھے۔ظاہر ہے اسلام قبول کرنے کے بعد تو انہوں نے ایسا کام نہ کیا ہوگا۔اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سے ہجرت کر کے مکہ سے روانہ ہوئے تو اس وقت سے لے کر والد محترم کے اسلام قبول کرنے تک مکہ واپس نہ آئے تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جو شخص صرف اللہ کے لئے محبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض ودشمنی اختیار کرے تو بے شک اس نے اللہ کو اپنا ولی مقرر کر لیا ہے۔

(ابن ابی شیبة ،ابن ابی حاتم،تاریخ الکبیر:۳۱٦/۳)

ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ فلان عبادت گزار بزرگ کو کہو تم نے جو زُہد دنیا اختیار کیا ہوا ہے وہ تو اپنے نفس کو راحت وسکون پہنچانے کے لیے اور جو تو میری طرف ہو کر سب سے جدا رہتا ہے تو صرف اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز ثابت کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں تیرے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔اس عبادت گزار نے دعا کی اے میرے رب مجھ پر اور کیا ذمہ داری ہے؟ تو فرمایا تو نے میرے لئے کسی کو دوست بنایا یا میرے لئے کسی سے دشمنی کی۔''

(حلیة الاولیاء:۳۱٦/۱۰)

فرمان الٰہی ہے۔

((وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ))

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں،اگر تم نے ایسا نہ کیا (ایمان کی بنیاد پر ایک دوسرے کی حمایت اور کافروں سے عدم بیزاری نہ کی) تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔''

(انفال:73)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے مابین موالات کی تاکید فرماتے ہوئے کفار سے دوستی کا انقطاع فرمایا ہے۔اور باخبر فرمایا ہے کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر مومنین ایسا نہ کریں تو بڑے بگاڑ اور فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔اور ایسے لوگ فتنوں اور مصائب کا شکار ہو کر رہے۔

عزیزان گرامی! دین اسلام کی تکمیل،جہاد کے جھنڈے کی سربلندی،نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے فرائض کی بجا آوری صرف اور صرف **الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ** اور اللہ کے لئے عداوت ودشمنی سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔

اور اگر لوگ اس طریقے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی طرف گامزن رہے یعنی انہوں نے محبت وعداوت کے تقاضوں میں فرق محسوس نہ کیا تو نہ صرف حق وباطل بلکہ مومنین وکفار میں بھی کوئی امتیاز اور فرق نہ رہے گا۔اور نہ ہی اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطٰن میں فرق کا کچھ پتہ چلے گا۔

چند احادیث

1) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لئے بغض کرنا ایمان کی مضبوط ترین زنجیر ہے۔''(مسند احمد)

2) ایک اور مرفوع حدیث میں دعائے رسول ﷺ ہے کہ

''اے اللہ فاسق وفاجر کو مجھ پر احسان کرنے سے بچانا اور کوئی فاجر میری ایسی مدد کرے جس سے میرے دل میں اس کے لئے محبت پیدا ہو جائے۔کیونکہ مجھ پر وحی ہوتی ہے کہ ''اے نبی آپ اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لانے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرتا ہوا نہ پائیں گے''۔(ابن مردویة،الدرالمنشور:۸۲/۸)

3) ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''تمام اعمال سے افضل ترین عمل **الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** ہے''۔

(ابو داؤد:الضعیف ٤٥٩٩)

4) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

''روزِ قیامت آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا ہوگا (یعنی اگر کفار سے محبت ہوگی یا اداکاراؤں سے تو اپنا حشر انہی کے ساتھ دیکھے گا۔)

(مسلم کتاب الادب:٦٧١٨)

5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''اپنا ساتھی مومن کے علاوہ کسی کو نہ بناؤ' اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں''۔

(ابن حبان،اس کی سند صحیح ہے۔)

6) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہوگا اسکا حشر روزِ قیامت انہی میں ہوگا''۔

(الطبرانی باسناد جید،ترغیب:٤/٢٨)

7) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''شرک اس قدر مخفی ہوتا ہے جتنی اندھیری رات کو ایک چٹان پر رینگنے والی چیونٹی کی آہٹ مخفی ہوتی ہے۔اور ادنیٰ ترین شرک یہ ہے کہ تم کسی سے اس کے ظلم کی وجہ سے محبت کرو' یا تم کسی سے اس کے عدل کی وجہ سے نفرت کرو۔اور دین اسلام **الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** کے علاوہ کچھ بھی نہیں'' (رواہ الحاکم :٢/١٩١ وقال صحیح الاسناد،ترغیب ٤/٢٨)

کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

((**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِى يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**))

''اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو میری اطاعت کرو' اللہ بھی تم سے محبت کرے

گا۔''(آل عمران:31)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے' کسی ظالم سے محبت اور کسی عادل سے بغض کرنے ،اگرچہ بہت کم ہی کیوں نہ ہو کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے دشمنوں' کفار اور منافقین کے ساتھ دوستی سے باز رہیں۔

8) بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''تم کسی منافق کو اپنا سردار نہ کہو۔کیونکہ اگر یہ منافق تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کردیا۔''(ابو داؤد:٤٩٧٧'نسائی،اس کی سند صحیح ہے۔)

اور حاکم کے الفاظ یوں ہیں۔

''جب کوئی شخص کسی منافق کو کہتا ہے اے میرے آقا! تو تحقیق اس نے اپنے رب کو غضبناک کردیا۔(مجمع الزوائد:٢٢٨١)

9) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''جو شخص اپنی قوم کی ناحق مدد کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو کنویں میں گر گیا ہو اور لوگ اس کی دم کو پکڑ کر اسے باہر کھینچ رہیں ہوں۔

(ابو داؤد'ابن حبان،بیھقی:١٠/٢٣٤،عبدالرزاق:١١٩٨)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔کیونکہ کوئی اونٹ جب کنویں میں گر جاتا ہے تو یہ اس کے لئے ہلاکت ہوتی ہے اور اگر اس کی دم پکڑ کر اس کو باہر نکالنے کی کوشش کریں تو ہرگز اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔اس موضوع کی اور بھی بہت احادیث ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

عقیدہ سلف صالحین

ہم سلف صالحین کے آثار میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ.....))

''اے ایمان والو تم اپنا ولی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ تم نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کر دیں۔ اگر عقلمند ہو تو غور کرو۔ ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو، اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے تم تو پوری کتاب کو مانتے ہو' (آل عمران:118)

وہ نہیں مانتے پھر یہ محبت کیسی؟ یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصے کے انگلیاں چباتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ))

''اللہ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔''(آل عمران:119)

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

بعض مسلمان یہودیوں سے تعلق قائم کئے ہوئے تھے ایام جاہلیت میں پڑوسی اور معاہدوں کی وجہ سے یہ تعلقات بڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہودیوں کو رازدان بنانے سے منع کر دیا۔ ابن عباس اسی آیت کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافقین مدینہ تھے۔(رواہ ابن ابی حاتم)

ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا۔

ہمارے یہاں ایک اہل حیرہ کا لڑکا ہے (جو یہودی تھا) جو بہت اچھا کاتب اور حفاظت کرنے والا ہے۔ اگر آپ اسے اپنا کاتب بنالیں تو! یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ اگر اسے ہم اپنا کاتب بنالیں تو گویا ہم نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنالیا ہے۔

(رواہ ابن ابی شیبہ)

سیدنا ربیع رحمہ اللہ اس آیت لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

''منافقوں کو اپنی صفوں میں شامل مت کرو' مومنوں کو چھوڑ کر ان سے دوستی نہ لگاؤ۔'' تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تشریح یہ ہے ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مومنوں کو کفار یہود یوں اور خواہشات کے پیروکار منافقوں سے دوستی لگانے اور جگری رازدان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے۔'' ہر وہ شخص جو تیرے دین و مذہب کے خلاف ہے تمہارا اسے اپنا خاص دوست بنانا زیب نہیں دیتا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''کسی شخص کا حال معلوم کرنا ہے تو اس کے دوست کے متعلق سوال کرو کیونکہ ہر شخص اپنے ہم نشین کی ہی پیروی کرتا ہے۔ اس معنوں میں ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث رسول بھی ''**المرء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل** '' آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تم دیکھو کہ تمہارا دوست کون ہے؟

(ابی داود :٤٨٣٣، باب الادب)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

''لوگوں پر اعتبار ان کے دوستوں کے لحاظ سے کرو پھر آپ نے ''لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالاً '' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ''اس کا مطلب ہے کہ کفار تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہ کریں گے۔'' (مجمع الزوائد:٨/٩٠)

سیدنا موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اموال کا حساب پیش کیا۔ آپ نے سراہتے ہوئے فرمایا تمہارا کاتب کہاں ہے

تا کہ وہ لوگوں کو یہ حساب کتاب پڑھ کر سنائے۔ابوموسیٰ ؓ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا !پوچھا کیوں کیا وہ حالت جنابت میں ہے؟ عرض کیا وہ عیسائی ہے۔یہ سن کر سیدنا عمر ؓ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔ان کفار کو اپنے قریب نہ کرو اللہ نے تو ان کو دور کر دیا ہے۔انہیں عزت دار، امانت دار نہ سمجھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں حقیر اور خائن قرار دیا ہے۔

امام محمد بن وضاح رحمہ اللہ کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے کہ ''جو شخص کسی بدعتی کی مجلس میں بیٹھتا ہے تو وہ اسلام کی عمارت کو گرا رہا ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''تمہارے اسلاف صحابہ کرام ؓ اہل بدعت کے خلاف اپنی زبانوں سے گواہی دیتے اور دل سے ان کو برا جانتے۔اور لوگوں کو بدعات سے خبردار بھی کرتے تھے۔''

سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔''اہل بدعت کی محفلوں میں مت بیٹھو۔اس سے تمہارا دل بیمار ہو جائے گا۔

ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اہل بدعت سے بات چیت بھی نہ کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں تمہارا دل دین سے پھر نہ جائے۔'' یہ تمام آثار 'محمد بن وضاح رحمہ اللہ' کی کتاب سے لئے گئے ہیں''۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے' ذرا غور کیجئے! سلف صالحین کا اہل بدعت کے خلاف کیسا کلام ہے۔اس کلام میں بدعتیوں اور اہل ضلالت کی مخالفت اور ان کی محفلوں سے روکا جا رہا ہے۔اس سے بڑھ کر کفار اور منافقین کی محفلوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور یہ سرکش اعرابی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔ان کی حالتوں کو سنوارنے اور ان کے فوائد و آرام کی خاطر کوشش و کاوش کرنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ تو دو قسم کے لوگ ہیں یعنی یا تو کافر ہیں یا منافق!

ان لوگوں میں اسلام کی حقیقی معرفت والے بہت کم ہیں۔اور وہ بھی ان کے سردار اور بڑے' جن

کے حشر بھی روزِ قیامت انہی میں سے ہوگا۔فرمان الٰہی ہے۔

((اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ))

''ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے ان سب کو جمع کر کے دوزخ کی راہ دکھا دو۔'' (صافات:22)

اور آیت ((وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ)) کا مفہوم بھی گذشتہ آیت جیسا ہے اور یہ حدیث تو گذشتہ صفحات پر گزر چکی ہے کہ ''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہو اس کا حشر بھی انہی لوگوں میں ہوگا''۔

کفار کی دوستی

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کفار کی دوستی سے سختی سے منع فرمایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ جو بھی کفار سے دوستی کرتا ہے وہ ان میں شامل ہے اور اس طرح احادیث رسول بھی مومنوں کو خبر دیتی ہیں کہ جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کا حشر بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوگا کتاب وسنت و آثار سلف سے درج ذیل احکام اور امور کا علم ہوتا ہے۔جو شخص جب ایسے افعال کو مرتکب ہوگا تو مذکورہ بالا تمام آیات کو مصداق بن جائے گا۔جہنم کی وعید اس کا مقدر ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب اور گرفت سے محفوظ رکھے۔

1) کفار سے عام دوستی رکھنا۔

2) کفار سے خصوصی محبت و مودت رکھنا۔

3) کفار کی طرف تھوڑا بہت مائل ہونا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا 0 اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا))

''اگر ہم آپ ﷺ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف قدرے مائل ہی ہو جاتے پھر تو ہم بھی آپ ﷺ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت' پھر آپ تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے''۔(اسرآء : 74 - 75)

دیکھئے جب یہ حکم مخلوقات میں سے سب سے اشرف انسان کو دیا جارہا ہے تو میں آپ کیا چیز ہیں۔؟

4) کفار کی خاطر مدارات کرنا اور نرم رویہ اختیار کرنا۔

5) کفار کی اطاعت کرنا اور ان کے اشاروں پر چلنا۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ))

''وہ چاہتے ہیں کہ اگر تم نرمی کرو تو وہ (بھی) نرمی کریں'' (قلم:9)

اور سورہ کہف:28 میں فرمایا۔

((وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا))

''دیکھ اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا۔

((وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ))

''ہر جھوٹی قسمیں کھانے والے حقیر کی اطاعت نہ کرو۔'' (قلم:10)

6) کفار کا مسلمان حکمرانوں کے پاس آنا جانا اور مجالس برپا کرنا۔

7) کفار سے اپنے معاملات کے متعلق مشورہ کرنا۔

8) کفار کو مسلمانوں کا عامل مقرر کرنا یعنی کسی معاملے، حکومت، یا معاہدے کا نگران بنانا۔

9) مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی محبت قائم کرنا۔

اسکے علاوہ درج ذیل تمام امور حرام ہیں جن کو ہم ترتیب وار ذکر کر رہے ہیں:

10) کفار کی مجلسوں محفلوں میں آنا جانا۔

11) کفار کے لئے خوش دلی، خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

12) ان کو عزت واکرام دینا۔

13) ان کو امانت دار سمجھنا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خائن قرار دیا ہے۔

14) کفار کی مدد کرنا اگرچہ کسی تھوڑے کام ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے قلم ودوات مہیا کرنا جن سے وہ اپنے ظلم وستم جو مسلمانوں پر کرتے ہیں تحریر کریں۔

15) کفار سے خیر خواہی کرنا۔

16) ان کی خواہشات کی پیروی کرنا۔

17) کفار کی محبت ومعاشرے میں رہنا۔

18) کفار کے کاموں پر خوش ہونا۔ ان کی مشابہت اختیار کرنا۔ ان جیسا لباس اختیار کرنا۔

19) ایسے الفاظ سے کفار کا ذکر کرنا جن میں ان کی عظمت جھلکتی ہو، مثلاً ان کو حاکم اور آقا کہہ کر پکارنا۔ یا کسی طاغوت کو آقا کہنا۔ جیسے کہ لوگ علم طب والے حکیم ڈاکٹر کہتے ہیں۔

20) ان کے ممالک میں رہائش اختیار کرنا۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے

''جو مشرکین سے ملاپ رکھے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو وہ ان کے مثل ہے۔

(ابو داؤد:۲۷۸۷، باب الجهاد)

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تمام امور واضح ہو چکنے کے بعد اب اس بات میں کوئی فرق نہیں رہا کہ وہ ایسے کام کسی قریبی عزیز کے ساتھ کیے جارہے ہوں یا اغیار کے ساتھ (جیسا کہ گذشتہ سورۃ مجادلۃ میں گزر چکا ہے۔)

لہٰذا اب وہ لوگ جو خاندانی حمیت وعصبیت کی وجہ سے ان کی حمایت کریں یا ان پر ہونے والے مصائب کو دور کرے۔ یا مسلمانوں کی سرگرمیوں جو ان کے خلاف ہوں، تذکرہ کرے ایسے لوگوں کو جو بہت گہرے، ہمدرد، دوست ہوں لیکن مرتد، کفار اور منافق کہلائیں۔ جو ہمیں ایسے لوگوں پر اہل کفار سے بڑھ کر سختی کرنی چاہیے کیونکہ ایسے منافقین جانتے بوجھتے اللہ کے دشمن بنے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ حق کو پہچاننے کے بعد منکر

حق اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔(اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)

اگر کوئی شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے تو گویا وہ اس کے ظلم میں برابر کا شریک ہے۔ذرا سوچئے۔اس شخص کا کیا بنے گا جو کفار ومنافقین کی ان کے کفر ونفاق کے باوجود ان کی مدد کرتا ہے جب کوئی شخص کسی ظلم کرنے والے مسلمان کی، حاکم کے سامنے پیش کردہ مسئلے میں مدد کرتا ہے تو وہ بھی ظلم میں شریک ہوتا ہے۔تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کفار کی مدد کرتا اور امراء کے پاس ان کی حمایت کرتا ہے۔ایسا ہی حال ان العرَّامیہ (ایک قبیلہ) والوں کا ہے۔جو ناحق لوگوں کے مال ہڑپ کرتے ہیں۔اور اپنے سردار کی خدمت میں مال صرف اس لئے پیش کرتے ہیں کہ وہ کفار کی مدد کرے۔ایسے لوگوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو کفار کو محبت بھرے پیغام بھیجتے ہیں۔تاکہ وہ ان کی عزت وتکریم کریں جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

لیکن یہ واضح رہے کہ کسی مظلوم ومقہور مسلمان سے مصائب وتکالیف دور کرنا۔ان کے حق میں دوڑ دھوپ کرنا اور سفارشیں پیش کرنا ایک اچھا اور احسن فعل ہے۔مگر کسی مرتد کی لغزشوں اور کرتوتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔اس کی عزت تو بہت دور کی بات ہے۔اس مسئلے کے متعلق ہم ایک روایت آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ یوم بدر کو تمام قیدی لائے گئے ان قیدیوں میں عباس ؓ بھی جو رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم تھے۔شامل تھے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا ''ان قیدیوں کے متعلق تمہارا کیا مشورہ ہے۔؟ابوبکر ؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کی قوم اور آپ کے رشتے دار ہیں۔انہیں چھوڑ دو شاید اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور یہ ہدایت پاجائیں۔(مسند احمد کے الفاظ کچھ یوں ہیں) ''آپ ان کو معاف کردیں اور ان سے زرِتاوان وصول کرلیں۔لیکن عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا ''اے اللہ کے رسول ﷺ۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی آپ کو مکہ سے نکالا، آپ کے خلاف جنگ کی، ان کی گردنیں اڑادیں۔یہ سن کر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور گھر تشریف لے گئے۔پھر جب آپ گھر سے واپس تشریف

لائے تو فرمایا۔اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم ؑ جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا ''اے اللہ جو میری اتباع کرتے ہیں وہ تو مجھ میں شامل ہیں اور جو نافرمان ہیں، تو تو بڑا معاف کرنے، رحم کرنے والا ہے۔'' اور اے عمر تمہاری مثال سیدنا نوح ؑ جیسی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی تھی ''اے میرے رب، اس سرزمین پر کافروں کا کوئی گھر آباد نہ رہنے دینا۔'' اور فرمایا ''اے لوگوں معاملہ تم پر ہے۔ان کافروں کو فدیہ یا قتل کئے بغیر مت چھوڑنا رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(مسند احمد:۳۶۲۵، ترمذی:۳۰۸۴، ابن ابی حاتم، طبرانی)

((مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ق وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ 0 لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ))

''کسی نبی کو یہ اختیار نہیں کہ اسکے ہاں قیدی رہیں یہانتک کہ وہ میدان جنگ میں خونریزی (کافروں کو قتل) کرے تم تو دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے۔اور اللہ زور آور اور باحکمت ہے۔اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی نہ ہوئی ہوتی تو جو کچھ تم نے (مال) لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔''(انفال:67-68)

اسی طرح ابن عمر ؓ کی ایک اور روایت میں یہ وضاحت موجود ہے۔کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ عمر ؓ سے ملے اور فرمایا ''قریب تھا کہ تمہاری مخالفت سے ہمیں نقصان پہنچتا''

اسی طرح ابن المنذر اور ابن مردویہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔''قریب تھا کہ ہمیں ابن خطاب کی مخالفت سے عذابِ عظیم پہنچتا اور اگر عذاب نازل ہوجاتا تو صرف عمر (ؓ) ہی بچ پاتے!''

مذکورہ بالا آیات سیدنا ابوبکر ؓ کی ایک اختیاری رائے کے متعلق نازل ہوئی تھی جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی میں پیش کی تھی۔تو ایسے لوگوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو کفار کے لئے کسی دینی غرض کے لئے نہیں بلکہ دنیاوی تعلقات کی وجہ سے اچھے جذبات رکھتے ہیں ان کے سامنے اللہ کی خوشنودی نہیں بلکہ دنیا کی لالچ ہوتی ہے۔

ایک اعتراض!

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو تشبیہ پیش فرمائی ہے اس میں آپ کی مذمت تو بیان نہیں ہوئی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تشبیہ ''ابراہیم علیہ السلام'' ''عیسیٰ علیہ السلام'' اور میکائیل علیہ السلام کے ساتھ بیان فرمائی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جبرئیل علیہ السلام' نوح علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیان فرمائی۔

جواب: یہ جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت، ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیان کی گئی ہے یہ صرف رحم دلی' نرم وشفیق ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ خاص طور پر اس مسئلہ کی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق صحیح اور درست رائے صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی اور عذاب کی آیات نازل ہوئی ہیں وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے کے متعلق تھیں۔

ذرا سوچئے۔ ایسے لوگوں کا کیا بنے گا جو کفار سے خیر خواہی برتنے' نرم دلی کرتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کی بات نہیں کرتے۔ اور کفار پر سخت گرفت نہ کرنے کے مشورے دیتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی یہ سرگرمیاں کسی شرعی تقاضوں کی بنا پر نہیں بلکہ صرف دنیاوی محبت اور غرض وغایت پر مبنی ہوتی ہیں۔

کچھ لوگ کفار اور منافقین کے خلاف ایک مقصد کے پیش نظر سخت رویہ اختیار نہیں کرتے۔ اگر یہ مقصد تألیف قلبی کے طور پر ہے کہ ایسا کرنے سے یہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا عنقریب دخولِ اسلام کا وعدہ کرتے ہیں تو مصلحت کا تقاضا بھی ہے کہ کم از کم کچھ مدت کے لئے ایسا کام جائز ہے۔ اور اگر مقصد یہ ہے کہ مسلمان کفار سے جہاد نہ کریں اور تعذیب وتغلیظ سے پیش آئیں تو یہ مقصد غلط ہے۔ ایسے مقاصد رکھنے والے کفار کے سب سے بڑے مددگار ہوتے ہیں۔ اور یہ دوستی صرف قریب رہ کر ہی نہیں بلکہ کوسوں دور رہ کر بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سهم أصاب ورامیه بذی سلمٍ من باالعراق لقد أبعدت مرماک

ترجمہ: ''ہمیں ان کی طرف تیر آن لگا ہے اور تیر انداز عراق کے شہر زی سلم کا ہے
اے تیر انداز تیرے نشانے تو بہت دور تک جاتے ہیں۔''

اور جو شخص مسلمان مرتدوں کی کمزوریوں کو چھوڑ کر ان سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہے وہ عندالفقہاء گناہ گار ٹھہرے گا۔ کیونکہ مرتد اپنے ارتداد کے دور میں مسلمانوں کے جو نقصان کرتا ہے اس کا تاوان خود مرتد کو ہی ادا کرنا پڑے گا۔ خصوصاً ایسا مرتد جو بار بار اسلام کو ترک کرتا رہتا ہے۔ ایسے مرتدوں کا مقصد زندگی صرف اور صرف راہ زنی اور قتل وغارت گری ہوتی ہے۔ ان کو اسی راہ پر چھوڑ دینا اور ان پر کوئی گرفت نہ کرنا ان کے گناہ اور زیادتی میں معاونت کے برابر ہے۔ لہٰذا جب ایسے قبیح افعال بعض لوگوں کے نزدیک جائز ٹھہرے تو ان بڑوں کے لئے ارتداد کے دروازے کھل گئے۔ اور یہ بدو گروہ در گروہ ٹوٹ پڑے۔ ایسے لوگوں کو کھلم کھلا چھوڑ دینا بعض اوقات امراء کی مصلحت کے پیش نظر تو درست ہوسکتا ہے۔ وگرنہ ہر حال میں چھوڑنا اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھنا کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتا۔

اب ہم واپس اس سوال کی طرف لوٹتے ہیں مذکورہ بالا تمام کام کرنا کیا منافقین سے دوستی کے مترادف ہے یا کفر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''اگر دوستی اور موالات کفار کے علاقوں میں رہتے ہوئے کی جارہی ہے اور دوستی کرنے والا مسلمان، کفار کے ساتھ مل کر قتال میں حصّہ لیتا ہو تو ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ))

''تم میں سے جو (کفار کے ساتھ) دوستی کرے گا وہ ان میں شامل ہے''۔ (المائدہ:51)

ایک اور مقام پر فرمایا۔

((وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ))

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو

اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو!
جب تک وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو!''
(النساء:140)

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو مشرکین سے میل ملاپ رکھے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو وہ انہی کے مثل ہے۔
''ایک اور حدیث میں فرمایا ''میں اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔'' (ابو داؤد، باب الجهاد: ٢٦٤٥)

اور اگر یہ دوستی مسلمان ممالک میں آنے والے کفار کے ساتھ ہو تو یہ گناہ گار اور وعید کا مستحق ٹھہرے گا اور اگر یہ دوستی کفار کے دین کی وجہ سے ہو تو ایسی دوستی کرنے والے کو کفار سے دور رہنے اور آدابِ اسلام کا حکم لگایا جائے وگرنہ ایسا شخص کفار کے مانند ہی کہلائے گا۔ کیونکہ جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کا حشر روز قیامت ان کے ساتھ ہی ہوگا۔ لیکن سوال کرنے والے کو اپنے قول ''دنیاوی حمیت وعصبیت'' پر غور کرنا چاہیے یعنی اس کا کہنا یہ ہے کہ کفار کی حمایت دنیاوی عصبیت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے یہ حمایت آہستہ آہستہ اس کے دل میں محبت بھی جگہ پکڑ لے۔ اور اگر وہ کفار سے اللہ کے لئے بغض ونفرت اور عداوت نہیں کرتا اور اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور کسی کو ناراض بھی نہیں کرتا۔ اس شخص کی مثال ابن القیم رحمہ اللہ کے اس شعر کی مانند ہے۔

تحبُّ أعداء الحبيب وتَدَّعي حُبَّاله‘ماذاك فيْ إمكان

ترجمہ: تم اپنے محبوب کے دشمنوں سے محبت کرتے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو‘یہ کچھ ممکن بات تو نہیں؟

اب رہا سوال کرنے والے کا یہ قول کہ ''اگر کوئی شخص یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر اور برا کہہ سکے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنے والا یا تو ان مرتدوں کے کفر میں شک کرتا ہوگا یا جاہل ہوگا۔ یا وہ دل سے اقرار تو کرتا ہوگا کہ یہ لوگ کافر ہیں لیکن ان کا سامنا کرنے اور ان کی

تکفیر کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ یا وہ بات گھما پھرا کر کہتا ہوگا کہ ''ان کے علاوہ لوگ کافر ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ یہی لوگ کافر ہیں۔ تو ایسے شخص کو اگر وہ شک کرنے والا یا جاہل ہو تو قرآن وسنت کے دلائل کے ذریعے ان کے کفر کو واضح کیا جائے۔ اگر وہ شخص پھر بھی شک کرتا اور متردد رہتا ہے تو وہ علماء کے اجماع کے مطابق کافر ہوگا کیونکہ جو کسی کافر کے کفر میں شک کرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اقرار کرے یہ لوگ کافر تو ہیں لیکن وہ ان کی تکفیر کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بزدل اور گناہ گاروں میں شامل ہوگا۔

فرمان الٰہی ہے۔

((وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ))

''وہ چاہتے ہیں کہ اگر تم نرمی کرو تو وہ (بھی) نرمی کریں'' (قلم:9)

اور اگر وہ کہے کہ ایسے مرتدوں کے علاوہ لوگ کافر ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہی لوگ کافر ہیں ایسا قول کہنے والا گویا ان پر اسلام کا حکم لگا رہا ہے۔ جب کہ ان کا اسلام اور کفر کے مابین کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر یہ مرتدین کافر نہیں تو وہ مسلمان ٹھہرے۔ جو شخص کفر کو اسلام اور کفار کو مسلمان سمجھے تو وہ خود کافر بن جاتا ہے۔ اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ جب مذکورہ بالا تمام امور کسی انسان میں پائے جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ایسے افعال کے مرتکب افراد کو وعظ ونصیحت کی جائے۔ اور ان کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔ اور ان کو پہچان کروائی جائے کہ انہوں نے کتنا بڑا قبیح کام سرانجام دیا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو ٹھیک وگرنہ اپنے کام پر ڈٹے رہیں اور سرکشی اختیار کریں۔ تو ان پر ارتکاب کردہ فعل کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اگر وہ فعل کفریہ ہوگا تو مرتکب کافر کہلائے گا۔ اگر وہ معصیت وگناہ کرے گا تو گناہ گار کہلائے گا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کا انکار کرتے ہوئے اس کو مسلمانوں سے دور کردیں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہوجائے۔

طاغوت کی تعریف!

لفظ طاغوت، طَغَا سے مشتق ہے، اصل میں یہ ''طَغوت'' تھا واؤ کو الف سے بدل دیا گیا۔ علماء

نحو کے نزدیک طاغوت کا وزن مَـعَـلـوت تھا۔تاء زائدہ ہے۔واحدی کہتے ہیں: تمام اہل لغت کے نزدیک ''طاغوت اس واحد' جمع' مذکر ومؤنث کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ))

''وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔''(النساء:60)

اس آیت میں واحد طاغوت کی بات کی گئی ہے۔آگے آنے والی آیت میں جمع کا ذکر ہے۔

((وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ))

''اور کافروں کے اولیاء طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے کر جاتے ہیں''۔(البقرۃ:257)

اور مؤنث طاغوت کا ذیل کی آیت میں ہے۔

((وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا))

''اور وہ لوگ طاغوت کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں۔''(زمر:17)

طاغوت ہی کی طرح عربی زبان میں آسمان کے نام بھی واحد' جمع' مذکر' مؤنث میں آتے رہتے ہیں اس کے علاوہ امام لیث رحمہ اللہ' ابوعبیدۃ کسائی رحمہ اللہ' وغیرہ علماء لغت کی تحقیق یہ ہے۔ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے طاغوت ہوتی ہے۔جوہری' امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔اس کے علاوہ عمر بن خطاب، ابن عباس ﷺ اور اکثر مفسرین نے شیطان کو طاغوت قرار دیا ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قول بہت مضبوط ہے۔یہ ہر اس عبادت پر مشتمل ہے جو اہل جاہلیت اپنے بتوں کی کرتے ہیں' ان سے مدد مانگتے' ان کو حاکم بناتے تھے۔

مفسر واحدی اس آیت ((يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ)) کی تفسیر کرتے ہیں کہ ''ہر وہ معبود جو اللہ کے علاوہ ہو وہ جُبت اور طاغوت ہوتا ہے۔ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں جبت سے مراد بت ہیں۔طاغوت

سے مراد' بتوں کے حالات وکوائف جو مشرکوں کو یاد رہتے تھے جن سے وہ لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے۔اسی طرح ابن عباس ﷺ نے دوسری روایت میں جبت اور طاغوت سے مراد کاہن اور جادوگر بھی لئے ہیں۔بعض سلف صالحین نے ((يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ)) سے مراد یہودی سردار کعب بن اشرف لیا ہے۔اور بعض علماء نے دوسرے یہودی لیڈر حیی بن اُخطب کا نام بیان کیا ہے۔درحقیقت یہ دونوں یہودی ہی طاغوت جیسے نام کے مستحق ہیں۔کیونکہ یہ دونوں گمراہی کی جڑ تھے۔ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی لوگوں کو گمراہ کرنا اور یہودیوں کا اللہ کی نافرمانی میں ان سرداروں کی اطاعت کرنا۔یہ سب صفات مل کر انہیں طاغوت کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''بعض علماء کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو حاکم بنانے کے کے متعلق نازل شدہ آیت کعب بن اشرف یا کسی دور جاہلیت کے سردار کے بارے میں نازل ہوئی۔لیکن ہمارے خیال میں یہ آیت ایک عام حکم کے متعلق ہے۔یہ آیت ہر شخص کی مذمت کرتی ہے جو کتاب وسنت سے دور ہٹتا ہے۔اور باطل کے پاس اپنے معاملات کا فیصلہ کرواتا ہے۔اس باطل کو اس آیت میں طاغوت کہا گیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے مجموعی کلام سے حاصل کلام یہ نکلتا ہے کہ ''طاغوت کا نام ہر اس غیر اللہ کے لئے بولا جائے گا جس کی عبادت کی جائے اور طاغوت ہر اس گمراہی کے سردار کو طاغوت کہا جائے گا جو نظام باطل کی طرف دعوت دیتا اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں دور جاہلیت کے احکام نافذ کرے وہ اسی میں شامل ہوگا۔تمام کاہن' جادوگر' بتوں اور قبروں کے پجاری مجاور گمراہ کن اور جاہلانہ خیالات ونظریات پھیلانے والے اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے بھی شامل ہیں۔جیسا کہ لوگوں میں یہ وہم پھیلا دیا جائے کہ فلاں قبر والا ایسے ایسے ہت سارے لوگوں کی حاجات اور ضروریات پورا کر دیتا ہے۔یہ اس کے یہ یہ کارنامے ہیں (اور یہ سب جھوٹ ہوتا ہے) اس طرح سے لوگوں کو آہستہ آہستہ شرکِ اکبر اور دیگر گناہوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ان تمام گناہوں کی بنیاد شیطان ہے اور وہ سب سے بڑا طاغوت ہے۔

چند اہم سوالات

سوال اوّل: اے علماء اسلام اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو۔ جس کا یہ کہنا ہے ''ہم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں پھر بھی تم ہمیں مشرک کہنے سے نہیں رکتے حالانکہ ابتدائے اسلام میں کفار بھی یہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے تو ان کو کچھ بھی نہ کہا جاتا تھا۔ لیکن تم کہتے ہو ہم کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرتے رہتے ہیں۔ آخر ہم ایسا کیا کریں جس سے تم ہماری مخالفت نہ کرو ہمیں فتویٰ دے کر اللہ کے ہاں اجر پائیے۔''

سوال دوم: کیا کسی مسلمان پر لازم ہے کہ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں کسی ایک کو اختیار کرے۔ یا نہیں؟ ان مذاہب کے متعلق وہ کیا کرے۔؟

جواب اوّل: تمام تعریفات اس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں کو ہمہ اقسام کے طریقوں پر بنایا کچھ لوگ شکر گزار بنے اور کچھ ناشکرے ٹھہرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دو گروہ بنائے۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو غیر اللہ اور بتوں کے لئے ذبیحہ اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ جو (مزارات) ڈھول تماشے، طبلے اور طنبورے بجا کر قربِ الٰہی کو تلاش کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے۔ توحید، ادائیگی نماز، زکوٰۃ، روزہ رکھتے اور حج مبرور ادا کرتے ہیں۔ امابعد۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ایسی خالص گواہی جو توحید میں شرک اور کفر نہ کرنے والا دیتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس ملت حنیفیہ میں زندہ کیا یہاں تک کہ حق روشن ہو گیا اور اندھیرے چھٹ گئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

سائل کا قول ہے کہ ''تم لا الٰہ الا اللہ'' کے بارے میں کیا کہتے ہو ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کلمہ اسلام ہے یہ دار السلام جنت کی کنجی ہے یہ کلمۂ تقویٰ اور ایک مضبوط کڑا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس پر ارض وسماء قائم ہے جس ارض وسماء میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے۔

اس کلمے کے باعث جہاد کی تلواریں میدان عمل میں آئیں۔ یہ کلمہ اللہ کا بندوں پر حق ہے۔ دار کفر کو

چھوڑ کر دارِ ایمان میں اس کلمے کی بدولت داخل ہوا جاتا ہے۔ بدبختی اور ذلت کے گڑھوں اور نعمتوں بھرے گھر میں فرق اسی کلمے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہ فرائض اور سنت کو اٹھانے والا ستون ہے۔ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔ یہ کلمہ جان و مال کو محفوظ کروانے والا اور عذابِ قبر و جہنم سے بچانے والا ہے۔ یہ وہ منشورِ حیات ہے جس کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ یہ وہ رسی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس کلمے کے ذریعے لوگوں کو خوش بخت، مقبول، اور بد بخت و شقی میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کلمے کو ادا کر کے انسان ایک بھاری قبر میں آ جاتا ہے۔ امام الانبیاء ﷺ کا حصول اور محبت و دوستی صرف لا الٰہ الا اللہ سے نہیں ملتی جب تک مشرک کفار سے عداوت اور دشمنی نہ ہو۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔

((قَالَ اَفَرَءَ يْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ 0 اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ 0 فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ))

''(ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پکار رہے ہو۔ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں۔'' (شعراء: 75-77)

بے شک جب تک اللہ کے سوا دیگر معبودوں سے برأت اور اللہ تعالیٰ سے محبت نہ ہو تو لا الٰہ الا اللہ کا مطلب پورا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ علاوہ اس ذات کے جس نے مجھ کو پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔ اور (ابراہیم علیہ السلام) نے اسی کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات قائم کر گئے۔)

اس کلمے کو امام الحنفاء ﷺ نے وراثت بنایا ہے۔ انبیاء بھی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کلمے کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ نے اس کلمہ کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ توحید اور اخلاص دونوں رکنوں کی وضاحت کریں۔

جیسا کہ سورۂ کافرون میں فرمایا۔

((قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ 0 لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ .....))

''آپ کہہ دیجئے اے کافرو! نہ میں عبادت کروں گا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں پرستش کروں گا جس کی تم نے پرستش کی اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔''(الکافرون:6-1)

اور نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کو دعوتِ اسلام کے موقع پر کلمے کی پہچان کروائی اس وقت کفار نے کیا کہا وہ اس آیت میں موجود ہے۔

((اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ))

''کیا تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''(سورۃ ص:5)

اس طرح جو واقعہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا ابو طالب کے مابین پیش آیا وہ بھی قابل غور ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے قریب المرگ چچا کو فرمایا۔ اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہہ دو اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے کہنے لگے۔ اے ابو طالب تم کیا عبدالمطلب کے دین سے منہ موڑ رہے ہو؟ اس واقعے سے بھی خبر ملتی ہے لا الٰہ الا اللہ میں دوستی اور دشمنی کا معنی پوشیدہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو اس کلمے کی دعوت دو۔

اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔

((قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ))

''آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں دوسرے کو ہی رب بنائیں۔''(آل عمران:63)

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کرتا ہے تو اس کا جان و مال محفوظ ہے۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔'' اس حدیث سے دھوکے

میں مبتلا لوگوں کی خطاء اور بطلان واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی میں نفی اور اثبات، موالات اور عداوت دونوں ہیں، پھر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں پر لازم ہے کہ کفر کی طرف بلانے والوں، مدعوین، عابد اور معبود دونوں سے بغض اور دوری قائم رکھے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ))

''مسلمانو! تمہارے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد) کے منکر ہیں۔ جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ''۔(ممتحنہ :4)

اس آیت کے مصداق نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی قوم سے بڑی عداوت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک تو اسلام سے واپس لوٹ نہ آئے مگر سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ (یہ واقعہ ریاض الصالحین میں بھی ہے)

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

((وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ))

''(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) میں تم سے اور جن جن کی تم عبادت کرتے ہو جدا ہوتا ہوں۔''

(مریم:48)

اسی طرح اصحاب کہف کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

((وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ))

''اور جب تم ان مشرکوں سے اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے جدا ہو گئے۔''

(کہف:16)

ان محکم آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں مشرکوں اور بعد میں ان کے معبودوں سے دور رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ایک طرف تو اسلام کا یہ تصور ہے اور دوسری طرف اس دور کے علماء ہیں جو اس کلمے کے معانی اس طرح بھی نہیں جانتے جیسا کہ یہ جاہل کفار جانتے تھے۔اور نہ ہی یہ علماء کلمے کی حقیقت سے اور تقاضوں سے واقف ہیں۔ان کے نزدیک تو یہ کلمہ شہادت ان کی اپنی ملکیت ہے۔حالانکہ اس کلمے کی بنیاد پر ملت اسلام قائم اور قبلے کی بنیاد ہے۔اس کلمے کی فضیلت اور شان اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل پر واضح فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

((فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

''باخبر رہو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔''(محمد:19)

یہ آیت کریمہ آپ پر ۸ھ ہجری کو نازل ہوئی۔اسی طرح ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے ایسا علم دے جس سے میں تیرا ذکر کروں اور جس کے ذریعے تجھ سے دعا کروں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔عرض کیا اے میرے رب !یہ تو تیرے تمام بندے پڑھتے رہتے ہیں۔فرمایا۔اے موسیٰ !اگر ساتوں آسمان اور ان کے رہائش (میرے علاوہ) اور ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو کلمے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔''

ہر شخص کو بذات خود اس کلمے کی وقعت پر غور وفکر کرنا چاہئے۔ابتداء میں اس کلمے کے ارکان اور انتہاء میں اس کی فضل وعظمت پر غور کرنا چاہئے۔خصوصاً نبی کریم ﷺ اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے واقعات وسیرت کی روشنی میں ابتداء سے لے کر انتہاء تک لازمی طور پر غور وفکر کرنا چاہئے۔اس کلمے کو ان دونوں رسولوں علیہما السلام کی سیرت کے بغیر سمجھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ایسے واقعات بے شمار ہیں ہم ضروری مسائل بطور اشارہ کر دیتے ہیں۔کیونکہ اس بابت علماء وشراح کے اقوال ہیں ان اوراق میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ ان میں

سما سکیں۔کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا جامع ترین معنیٰ یہ ہے کہ ''لا معبود فی الوجود بحقٍ الا اللہ ''یعنی اس کائنات میں حقیقی معبود اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔یہی معنیٰ قرآن میں بھی ہیں۔

((الٓرٰ0 كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ0 اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ))

''یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔''(ھود:1-2)

نیز (اَلَّا تَعْبُدُوْٓا) کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے۔کہ یہ کتاب اس ارادے سے نازل فرمائی ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

الٰہ کی لغوی تحقیق

اب ہم ''الٰہ'' کے لغوی معنی کی طرف آتے ہیں ''الٰہ'' اصل میں وَلَهٗ تھا عربی میں کہتے ہیں ''وَلَهُ الفصیل ''اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے شدید والہانہ محبت کرتا ہے۔''وَلَهٗ'' کے واؤ کو ''الف'' سے بدل دیا گیا تو ''الٰہ'' بن گیا۔الٰہ وہ ہوتا ہے جس سے دل سے محبت،عزت اور تعظیم کی جائے۔اسی طرح خوف،امید،دعا کرنا بھی اسی سے ہو۔اور توکل کرنا،رجوع الی اللہ،ذبیحہ نذر ونیاز،رغبت اور ڈرنا،توبہ،ایسے دیگر عبادات کا مستحق ''الٰہ'' ہی ہوتا ہے۔

''لا الٰہ الا اللہ'' کا اسرار یہ ہے کہ تمام عبادات وتعظیم میں تنہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا ''الٰہ'' میں ایک صفت،قصد اور ارادے کی بھی پائی جاتی ہے۔یعنی ہر وہ راستہ جس کی عبادت تعظیم اور حصولِ تبرک کا قصد کیا جائے وہ ''الٰہ'' ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے۔

''ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف گئے۔ہم ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے۔وہاں پر مشرک لوگ ایک بیری کے درخت کے گرد اعتکاف کیا کرتے تھے۔وہاں پر اپنا اسلحہ وغیرہ بھی لٹکایا کرتے تھے۔اس کا نام ذات انواط تھا۔ہم ایک دوسری بیری کے درخت کے قریب سے گزرے تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔'' آپ ہمارے لئے ایک ذات انواط بنا دیجئے۔جیسا کہ ان مشرکوں کا ہے۔

یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے تین بار ''اللہ اکبر'' کہا اور فرمایا ''یہ تو تم نے گزشتہ لوگوں جیسی بات کہہ دی۔ اللہ کی قسم بے شک بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنا دیں جیسا کہ ان مشرکوں کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا کہ ''تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے لوگوں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں پر چلو گے۔'' (ترمذی)

حقیقت ''الٰہ'' کے لوازمات میں یہ بھی شامل ہے اطاعت اسی الٰہ کے حکم کی کیجائی اور پناہ صرف اسی الٰہ کی پکڑی جائے۔ یہ معنیٰ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقی گواہی ہے۔ ایسی گواہی جو دل کے یقین کے ساتھ ہو اور قولاً وفعلاً اس گواہی کو قائم کیا جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ))

''اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں''۔ (معارج:33)

ایک شخص اپنے دل، جسم سے ظاہری اور باطنی طور پر گواہی اس وقت دے گا جب اس میں مذکورہ بالا تمام اوصاف پائے جائیں گے۔ روح کی زندگی اس کلمے سے ہوتی جس طرح بدن کی زندگی روح کی موجودگی سے ہوتی ہے۔ اس کلمے کے ساتھ جب بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا اور اللہ کی خوشنودی اور توحید سے محبت کرتا اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ تو اس سے بڑا نفع کسی اور بات میں نہیں ہوتا۔ اس کلمے کی بدولت معرفت حاصل کرنے والی مخلوق میں بڑا فرق ہے حتیٰ کہ ستر ہزار مؤمن بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ستر ہزار مؤمن حقیقت میں بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے جو دم جھاڑے نہیں کرواتے ہوں گے اور اپنے جسم کو داغتے نہ ہوں اور وہ بدشگونی نہ لیتے ہوں اور وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوں۔'' (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے) اہل کلمہ پر دنیا کی زندگی میں انعامات بھی ہوتے ہیں اور برزخ وجنت میں تو انعامات کی بارش ہوگی۔ اہل کلمہ پر جہنم کی آگ بھی حرام ہے۔

جب ایک بندہ لا الٰہ الا اللہ کی معرفت، عمل اور ثابت قدمی میں جتنی کمی کرتا جائے گا، اس کلمے کے تقاضوں پر اسقدر عمل بھی کم ہوتا جائے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اتنا ہی اس بندے کا یقین اور صبر کم ہوتا جائے گا۔ دنیا کے پل صراط پر استقامت اس کلمے سے ہوتی ہے۔ اور جس قدر اس کلمے پر استقامت ہوگی اس قدر تیز رفتاری سے روزِ قیامت پل صراط پر ہوگی۔ اس کلمے کی بدولت اللہ تعالیٰ عطا کرے گا اور محروم رکھے گا۔ اور تمام فضل واحسان تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کلمے پر ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ اس کلمے کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی وفات کے وقت پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

ہم سائل کے جواب کی طرف آتے ہیں۔

جواب اوّل: اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کا حکم فرمایا اور ساتھ ساتھ قتال کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔ اور وہ حکمت ہے فتنوں سے روکنا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ))

''اور ان کے خلاف قتال کرو حتیٰ کے کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔'' (انفال:39)

مفسرین نے فتنہ سے مراد شرک بیان کیا ہے اور مزید بیان فرمایا۔

((وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ))

''اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے۔'' (انفال:39)

دین ایک عام نام ہے۔ وہ دین جسے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے۔

((فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ 0 اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ))

''آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔'' (زمر:3-4)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ))

''اوران کو یہی حکم دیا گیا کہ دین خالص کے ساتھ اللہ ہی کی عبادت کرو۔''(البینۃ:5)

اوررسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔''بعثت باالسیف یدی الساعة حتیٰ یعبد الله لایشرک به شیئا''

''قیامت سے پہلے مجھے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی عبادت کی جائے اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔''

جواب دوم: اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکوں سے قتال کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

((فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ))

''مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو قتل کردو۔''(توبہ:5)

پھراسی آیت میں فرمایا۔

((فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ))

اوراگر وہ توبہ کریں اورنماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں توان کا راستہ چھوڑ دو۔''(توبہ:5)

اس آیت میں وضاحت فرمائی گئی ہے کہ قتال اس وقت تک جاری رکھنا ہے جب تک اسلام کی ظاہری علامات قائم نہ ہوں۔اور یہ گذشتہ آیت کے مطابق تین اہم ارکان (توحید،نماز،زکوٰۃ) ہیں۔اس بات کو سورہ بینۃ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔اورانہی معنوں پر مشتمل ایک حدیث صحیح بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔اورمحمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اوروہ لوگ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں،اور جب یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنی جان ومال کو بچالیں گے اوران کا حساب وکتاب اللہ پر ہوگا۔''

اورسیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن روانہ کیا تو آپ ﷺ نے جن تین ارکان کی دعوت کا حکم دیا تھا وہ

بھی یہی تھے۔یہی ارکان تھے جن کو خلفاء راشدین نے قبول کیا تھا۔حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے توزکوٰۃ ادانہ کرنے والوں کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔حالانکہ وہ بھی لاالٰہ الااللہ پڑھتے تھے۔

اسی طرح طائف کے مرتدین جو کلمہ گو تھے ان کے خلاف قتال کیا۔یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر لوگوں کے خلاف قتال نہیں کیا جاتا۔

جواب ثالث: خاص طور پر موجودہ زمانے میں قتال سے انکار کب ضروری ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلمہ کی وجہ قتال بھی کیا جاتا ہے اورچھوڑا بھی جاتا ہے۔جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے ''مقدام بن اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا خیال ہے کہ اگر میں کسی مشرک سے قتال کروں وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے پھر وہ ایک درخت کی پناہ لے کہے میں اللہ پر ایمان لے آیا کیا اب بھی میں اس کے خلاف لڑوں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اس کے ایمان لانے کے بعد قتال کیا تو تم اس کے مقام پر اوروہ تمہارے مقام پر کھڑا ہوگا۔معنیٰ یہ ہے کہ وہ جان اور مال محفوظ ہونے کی وجہ سے تیرے مقام پر ہوگا۔اورتو اس کے ورثاء کے لئے بطورِ قصاص واجب القتل ہوگا یہاں مقام سے مراد دین نہیں ہے۔

جب کوئی مسلمان اس کلمے کی فضیلت اور حدود وقیود سے واقفیت حاصل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ دل' زبان اوراعضاء سے وہ اس کلمے پر عمل کرتا نظر آئے۔اگر کسی ایک قسم کی بھی کمی آگئی تو وہ مسلم نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح بیان فرمادیا۔جب کوئی شخص مسلم ہوا اورارکان اسلام پر عمل پیرا بھی تو پھر اس میں کوئی قول' فعل یا عقیدہ ایسا نظر یہ جو کلمے کے برعکس ہو یہ عمل اس کے لئے نفع بخش نہ ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے بارے میں باتیں کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔

((لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ))

''اب تم معذرتیں پیش نہ کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے ہو۔''(توبہ:66)

اس طرح دوسرے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

((وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ))(توبہ: 74)

''ان لوگوں نے کلمہ کفر ادا کیا ہے اور یہ لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔''

اب ذرا آپ آج کل کے دور کی طرف آیئے۔لوگ اس کلمے کو بطور عادت استہزاء کرتے اور اٹکتے اٹکتے ادا کرتے ہیں۔ان کے نزدیک اسلام اور ایمان یہی کلمہ ہے پھر بھی وہ توحید جو اللہ کا حق ہے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں، بتوں اور مزارات کی عبادت کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔فرائض اسلام اور ارکان اسلام کو ضائع کر دیتے ہیں۔ہر قسم کی بدعات غلو فی الدین نافرمانیاں ان کو اچھی لگتی ہیں مگر پھر بھی وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔

ان کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ قول نہایت بہترین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو لا الٰہ الا اللہ کو کلمہ تقویٰ بنایا اور ان لوگوں نے اسے کلمہ گناہ تصور کر لیا ہے۔ہم نے اختصار سے کام لیتے ہوئے اور طوالت سے بچتے ہوئے صرف اشاروں پر اکتفا کیا ہے۔

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کن لوگوں کے خلاف قتال کرنا منع ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی ظاہری علامات پر عمل پیرا ہیں ان کے خلاف قتال منع ہے۔اس مسئلے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیات قتال کے نزول کے بعد فرمایا ہے اور اس طرح واضح اور صحیح احادیث میں بھی یہ مسئلہ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توحید اور ترک شرک کے بعد فرمایا۔

((وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ))

''اگر وہ نماز ادا کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔''(توبہ:5)

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ نے توحید، نماز، زکوٰۃ کے ذکر کے بعد فرمایا ''جب لوگ ان پر عمل پیرا ہوں گے تو مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیں گے مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔''

یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف قتال منع ہے۔اس پر کتاب وسنت اور ائمہ امت کے دلائل اور افعال ' دلالت کرتے ہیں۔اب ہم کچھ ''خاص لوگوں'' کا تذکرہ کرتے ہیں یعنی ایسے لوگ جن میں کوئی ایسا فعل یا قول نظر آئے جو دخولِ اسلام پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ گذشتہ حدیثِ مقدام رضی اللہ عنہ میں موجود ہے تو ان لوگوں کے خلاف بھی قتال نہیں کرنا چاہئے۔ان صفحات پر ہم کوئی خاص جواب نہیں بلکہ عام جواب کی بات کریں گے

جب آپ کسی گروہ میں تین علامات دیکھو تو ان کے خلاف قتال کرو۔

- ◆ توحید کا ترک کر دینا۔
- ❖ نماز قائم نہ کرنا' جو کفر اور اسلام کے درمیان حدِ امتیاز ہے۔
- ◆ زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ایسے لوگوں کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے مطابق قتال جائز ہے اور علماء کرام کا بھی یہی اجماع ہے۔اس موضوع پر علماء وفقہاء کی تشریحات بہت طویل ہیں کیونکہ ہر مصنف نے اس مسئلے کا ذکر فرمایا ہے۔اور اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ''اگر لوگ کلمہ پڑھتے ہوئے بعض دین پر عمل کریں بعض کو چھوڑ دیں تب بھی ان کے خلاف قتال سے نہیں رکنا۔آخر میں ہم فرمانِ الٰہی کا ذکر کرتے ہیں کہ۔

((مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا))

''جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے وہ تو ہدایت یافتہ ہے اور جس کو اللہ راستے سے بھٹکا دے آپ اس کے لیے کوئی ولی اور راہبر نہ پائیں گے''۔(کہف:17)

مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے یا نہیں؟

سوال ثانی: کیا ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے یا نہیں؟

جواب: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس دین کی پیروی کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ قرآن میں ذکر فرمایا ہے اور جو شریعت ہمارے نبی ﷺ لے کر نازل ہوئے اس کی بھی پیروی کریں۔جیسا کہ حکم الٰہی اور سنت نبوی ﷺ ہے۔اللہ تعالیٰ نے نجات اور کامیابی کو اتباع رسول سے جوڑ دیا ہے۔اس بات کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔اور کسی غیر رسول کو خاص کر کے اس کی اتباع کرنا مخلوق پر لازم نہیں ہے۔اس مسئلے میں لوگوں کے بہت سے گروہ اور فرقے بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ))

''ہر گروہ اپنے دین پر خوش نظر آتا ہے''۔(مومنون:53)

کسی کی اتباع اور اقتداء کئی اقسام کی ہوتی ہے جن میں بعض حرام بھی ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا۔

((وَاِذَاقِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْامَآاَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْابَلْ نَتَّبِعُ مَآاَلْفَيْنَاعَلَيْهِ اٰبَآءَ نَااَوَلَوْكَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ شَيْئًاوَّلَايَهْتَدُوْنَ))

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ پر ہوں''۔(البقرہ:170)

فرمان الٰہی ہے۔

((وَكَذٰلِكَ مَآاَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍاِلَّاقَالَ مُتْرَفُوْهَآاِنَّا وَجَدْنَآاٰبَآءَ نَاعَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ))

''اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک اور دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''(زخرف:23)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

((وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْااِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْاحَسْبُنَامَاوَجَدْنَاعَلَيْهِ اٰبَآءَ نَااَوَلَوْكَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًاوَّلَايَهْتَدُوْنَ))

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے''۔(المائدہ:104)

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

((يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِيَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآاَطَعْنَااللّٰهَ وَاَطَعْنَاالرَّسُوْلَا))

''اُس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (وہ حسرت افسوس سے) کہیں گے کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔''(احزاب:66)

دوسری قسم! دوسری قسم کی اتباع کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی تقلید کے باب میں فرمایا اہل کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا تھا۔ یہ قسم بھی سخت حرام ہے۔ امام ابوبکر رحمہ اللہ نے ''الجامع'' میں تقلید کی مذمت اور تقلید اور اتباع میں فرق کا ایک باب قائم فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے ابوعمر رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر تقلید کی مذمت بیان فرمائی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

((اِتَّخَذُوْٓااَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًامِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ))

''ان لوگوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔''(توبہ:31)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اہل کتاب اپنے علماء کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ علماء جس کو حلال کہتے تو لوگ بھی اس کی اتباع کرتے اور جس کو حرام قرار دیتے تو لوگ اس کی پیروی کرتے تھے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میری گردن میں صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے اتار دو! پھر آپ نے سورۃ التوبہ کی یہ آیت پڑھی ﴿اِتَّخَذُوْٓااَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًامِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ جس کا مطلب تھا کہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا تھا۔ میں نے کہا ہم نے تو اپنے علماء کو رب نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں کیا وہ حرام کو حلال قرار نہیں دیتے تھے؟ اور حلال کو حرام نہیں کرتے تھے۔ اور تم بھی ان کی اتباع میں وہی کچھ کرنے لگ جاتے تھے جو وہ حکم دیتے تھے۔ میں نے کہا! ہاں یہ بات تو ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

مفسر ابوبختری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ ''اگر یہ علماء لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتے تو لوگ ہرگز ان کی اطاعت نہ کرتے۔لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا۔لوگوں نے اس مسئلے میں اپنے علماء کی پیروی کی۔گویا یہی ان کی عبادت ہے۔جس شخص نے مقدم کلام پر غور کیا تو وہ سمجھ گیا کہ ہمارے اور مذاہب اربعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔بلکہ ہمارے اور ان کے درمیان نزاع اور اختلاف اس وقت واقع ہوتا ہے۔جب حق کے انکار اور مخالفت کا موقع ہوتا ہے۔جیسا کہ موجودہ دور کے لوگوں کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کی دلیل وہی ہوتی ہے کہ ہم نے تو اپنے آباؤ اجداد کو یہی کرتے دیکھا ہے۔ایسے لوگ اپنے آپ کو ان مذاہب کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔کیونکہ کوئی شخص کسی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور حقیقت پر نہ ہو تو اس کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔کیونکہ عیسائی اور یہودی بھی اپنے آپ کو سیدنا عیسیٰ اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔لیکن ان کے احکامات پر عمل نہیں کرتے۔اس لیے ان کو اس نیت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے فرمایا ہے کہ

((ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ))

''پھر ہم نے آپ کو دین کی راہ پر قائم کر دیا۔پس تم اسی کی پیروی کرو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو نہیں جانتے۔(جاثیہ:18)

اس سورت میں ایک دوسرا مقام یہ ہے۔

((اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ))

''کیا جن لوگوں نے گناہ کئے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دینگے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہیں''(جاثیہ:21)

اس سورت میں ایک تیسرا مقام یہ ہے۔

((اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ))

''کیا آپ نے اسے دیکھا؟ جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔''(جاثیہ :23)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اللہ نے تمام راستوں کو دو راستوں میں جمع کر دیا ہے ''ہدایت یا خواہشاتِ نفس'' یا تو لوگ اتباع شریعتِ محمدی ﷺ کرتے ہیں۔جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اپنی رضا سے مقرر فرمایا ہے۔یا تو وہ لوگ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں اللہ ہمیں ان بدعتی خیالات اور گمراہ کن خواہشات کی پیروی سے بچائے! آمین!

اور یہ جو ائمہ کرام رحمہم اللہ ہیں یہ سب کے سب ائمہ ہدایت ہیں ان کا اجماع حجت اور ان کا اختلاف رحمت ہے۔اور دینِ اسلام دینِ اعتدال ہے۔لیکن ان ائمہ کی تقلید کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ایک گروہ تقلید کی نفی کرتا ہے۔اور اس کو ناپسند کرتا ہے۔یہ علماء کہتے ہیں۔لوگوں میں دو قسم کے گروہ ہیں۔

1- ایک عام لوگ ان کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ دین کا اتنا علم حاصل کریں جو ضروری ہو۔ان کا کسی خاص مذہب میں شمولیت کا کوئی فائدہ نہیں۔اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں عالم فاضل ہوں حالانکہ وہ پڑھنا لکھنا جانتا ہی نہ ہو ایسا ہی اس شخص کا دعویٰ ہے کہ میں فلان مذہب والا ہوں حالانکہ وہ اس مذہب کے صحیح غلط سے واقف ہی نہیں۔

2- دوسری قسم کے وہ لوگ جو عالم اور فقیہ ہیں ان کے لئے تو درست ہی نہیں کہ بغیر حجت اور دلیل کے کسی چیز کو پیش کریں۔دراصل تقلید ایک ایسا فعل ہے جو ضرورت کے وقت مباح ہوتا ہے۔فقہاء کے ایک بڑے گروہ نے اس مسئلے میں درمیانی راہ اختیار کی ہے۔

3- جو اقوال ائمہ کرام سے وارد ہیں اس بارے میں کوئی اختلاف اور بحث نہیں ہے بلکہ وہ ان سے بری الذمہ ہیں۔بعض ائمہ تک کوئی سنت نہ پہنچ پائی ہو اس وجہ سے وہ معذور ٹھہرے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی۔اس کے باوجود ائمہ عظام نے نصوص پر غور و فکر جاری رکھا اور جب جب سنت ان پر روشن اور واضح ہوتی گئی انہوں نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا۔یہ ائمہ اس امت کے عظیم اہل نجات لوگوں میں شامل ہیں انہوں نے لوگوں کو اپنی تقلید

سے روکا۔ جو کہ ان پر لازم تھا۔ اور سنت کی موافقت کے لوگوں کو ابھارا' یہ تقلید اور اتباع کی تیسری قسم ہے جو کہ پسندیدہ اور مباح ہے۔ یہ تمام گذشتہ حرام اقسام جیسی نہیں ہے۔

ذیل میں ہم اقوالِ ائمہ میں چند اقوال ذکر کر رہے ہیں!

ابن القاسم رحمہ اللہ' امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''کسی بھی صاحب علم وفضل کا ہر قول قابل اتباع نہیں ہوتا۔''

کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

((فَبَشِّرْ عِبَادِ 0 الَّذِ یْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ))

''میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بات بہترین ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔'' (زمر:18-17)

بشر بن ولید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف (ابوحنیفہ کے شاگرد) نے فرمایا ''کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول کو بیان کرے جب تک اسے خبر نہ ہو کہ یہ قول ہم نے کہاں سے لیا ہے؟ اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ''یہ اقوال میری رائے ہیں۔ جو مجھ سے بہتر رائے لائے میں اس کو قبول کرلوں گا۔ مزید بیان کیا کہ ''قول نبی ﷺ کے برابر کسی کا قول نہیں ہوسکتا۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس صاحبِ قبر ﷺ کے علاوہ ہر کسی کا قول' قبول اور رد کیا جاسکتا ہے۔'' آپؒ مزید صراحت فرماتے ہیں۔ ''جو کوئی شخص عمر بن خطاب ﷺ کا قول ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کے لئے چھوڑ دیتا ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ کیونکہ لوگ کیسے قول رسول ﷺ کو اس سے کم تر کے مقابلے میں چھوڑ سکتے ہیں۔

محدث بیہقی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''جو شخص بغیر دلیل کے علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے جیسی ہے۔ جو لکڑیوں کے ساتھ سانپ بھی اکٹھا کرلیتا ہے جو اس کو ڈس لیتا ہے جبکہ اس شخص کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ مزید فرمایا۔ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ''امام

مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ میں سے کون تقلید کا زیادہ اہل ہے۔ تو امام احمد رحمہ اللہ نے جواب دیا ''اپنے دین کو حدیثِ رسول ﷺ اور اقوال صحابہ ﷺ کے علاوہ کسی کی تقلید سے حاصل نہ کرو بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ''دین وہاں سے حاصل کرو جہاں سے ان ائمہ رحمہم اللہ نے حاصل کیا ہے''۔

یہ آدمی کی کم عقلی کی علامت ہے کہ وہ دین میں کسی کی تقلید کرے۔ ایسے اقوال بہت زیادہ ہیں مگر ہم نے چند ایک ذکر کر دیئے۔

4- تقلید کی چوتھی قسم مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ جو لوگ انتہاء درجے کی تقلید غلو والی اندھی تقلید کرتے ہیں اس وقت وہ کسی ایک مذہب کی پیروی کرتے ہوئے اس کی مخالفت کرنا جائز تصور کرتے ہیں۔ بلکہ ہر حالت میں اتباع ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے کا حق ہے۔ یہ تقلید دین کا حلیہ تبدیل کر دیتی ہے۔ امام احمد رحمہ فرماتے ہیں۔ ''میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں۔ جو اسنادِ حدیث کا علم رکھتے ہوئے۔ صحیح ضعیف کی پہچان بھی رکھتے ہیں پھر سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے کی طرف جاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔

((فَلْیَحْذَ رِالَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ))

''سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے۔ یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔ (نور:63)

سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں۔ ''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوجائے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر ﷺ وعمر ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ امام ربیعہ رائے رحمہ اللہ سر کو جھکائے رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں رو رہے ہو! فرمایا! ''ریاکاری غالب آچکی ہے۔ خواہشاتِ نفس پھیل چکیں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ علماء کے نزدیک یوں بن جاتے ہیں جیسے چھوٹے بچے اپنی ماں کے نزدیک ہوتے ہیں۔ وہ جس چیز سے روکتے ہیں رک جاتے ہیں جو حکم دیتے ہیں یہ سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ (اور قرآن وسنت سے کوئی دلیل بھی طلب نہیں کرتے)۔

عبداللہ بن معتمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔''مقلد انسان اور مطیع فرمانبردار جانور میں کوئی فرق نہیں''۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں۔''کوئی کسی آدمی کی تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کافر ہوگیا تو مقلد بھی کافر ہوجائے!۔برائیوں میں کوئی کسی کا نمونہ عمل نہیں ہوتا بلکہ اچھائیوں میں ہوتا ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا''تم یا تو عالم بن جاؤ علم حاصل کرنے والے۔ایسا نہ ہو کہ تم بے رائے انسان بن جاؤ کہ جو چاہے تمہیں اپنے پیچھے لگالے۔

ایسا ہی کلام سیدنا علی ﷺ سے بھی مروی ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں کلام علماء بہت طویل ہے ہم نے بہت ہی اختصار سے جو میسّر تھا تحریر کردیا۔

کیونکہ اولین وآخرین تمام انسانوں سے اس بابت سوال کیا جائے گا کہ

تم کس کی عبادت کرتے رہے؟

تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

پہلا مسئلہ عبادت کی تحقیق کے متعلق تھا!

دوسرا مسئلہ اتباع کرنے والوں کے متعلق تھا!

والحمد للّٰہ رب العالمین ! وصلی اللہ سیدنا محمد واٰلہ وسلم

فہرست

-1	عرض ناشر	4
-2	''**هدية طيبة**''پاکیزہ تحفہ	7
-3	باب اول	8
-4	باب ثانی	9
-5	ایک سوال	10
-6	ایمان کی مضبوط ترین زنجیر	13
-7	چند احادیث	21
-8	عقیدہ سلف صالحین	24
-9	کفار کی دوستی	27
-10	خلاصۂ کلام	29
-11	ایک اعتراض!	32
-12	طاغوت کی کیا تعریف ہے	35
-13	چند اہم سوالات	38
-14	الٰہ کی لغوی تحقیق	43
-15	مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے یا نہیں؟	49

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ! اَمَّابَعْد

اسلام اور کفر کی آمیزش یا حق و باطل کی کشمکش ازل سے تا امروز جاری وساری ہے۔ اور قیامت تک یہی معرکہ چلتا رہے گا۔ اہل باطل ہمیشہ سے حق کے خلاف چالیں چلتے رہتے ہیں۔ حق کو دبانے مٹانے کی خواہش اہل باطل کے دلوں میں مچلتی رہتی ہے اور اہل حق اَبَدْ سے ان کا سدّ باب کرتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کو مختلف ادوار میں مختلف مسائل، چیلنج، اور آزمائشوں کا سامنا رہا ہے۔ اور ہر دور کے اہل حق علماء، اصحاب فکر ونظر، نہ صرف مسلمان عوام کو ان خطرات سے آگاہ کرتے رہے بلکہ ان مسائل کو حل کر کے، ان خطرات کا سامنا کر کے اہل اسلام کی کامیابی وکامرانی کا سامان پیدا کرتے رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بقول ''یہ حکمت باری تعالیٰ ہے کہ عالم اسلام کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہا ہے۔ ان کو اہل باطل کوئی نقصان نہ پہنچا سکے (حوالہ: الرد علی الجهمية والزنادقه)

حق پر قائم رہنے والے علماء کرام میں سے ایک بڑا نام ''شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ آپ نے ارض حجاز میں توحید کی حکمرانی اور شرک وبدعت کی بیخ کنی کے لئے جو خدمات سرانجام دیں وہ اہل اسلام پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے افکار اور ان کا منہج، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تصنیفات میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کے بعد منہج توحید کی نشر واشاعت کا بیڑہ آپکی اولاد نے اٹھایا اور اس میدان میں بے شمار تصنیفات لکھیں۔

زیر نظر کتاب ''ایمان کی مضبوط ترین زنجیر'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دراصل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور آل شیخ سلیمان بن عبداللہ ابن الشیخ رحمہ اللہ کی مجموعۃ التوحید نامی ایک ضخیم کتاب میں ہر قسم کی توحید کی اقسام، شرک کی مختلف نوع کی تفصیلی تشریح موجود ہے۔

اس ''مجموعۃ التوحید'' میں ایک رسالہ ''اوتق عری الایمان'' بھی ہے اس میں درج ذیل مضامین اور مباحث موجود ہیں۔

(۱) اسلام میں دوستی اور دشمنی کا معیار اور مومنوں کے دوست اور دشمنوں کی پہچان کروائی گئی ہے۔

(۲) کفار کی دوستی اور محبت سے مومنوں کو کیا نقصانات ہیں۔ کفار کی دوستی سے مومنوں کے ایمان کو کیا خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ قرآن واحادیث کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔

(۳) طاغوت کی کیا تعریف ہے؟ موجودہ طواغیت کون ہیں؟ کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں انکو ظالم، فاسق اور کافر کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک ایسے نظریاتی دین کا نام ہے جو تمام طاغوتی، ادیان باطلہ اور جھوٹے معبودوں کو مٹا دینے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف: ۹)

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ ایسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ اگر چہ مشرکین بُرا مانیں۔''

جیسا کہ اس آیت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ساری دنیا پر نافذ وغالب ہونے کے لئے آیا ہے مگر کیا آج اسلام غالب ہے یا محکوم؟ کیا آج قرآن کی حکمرانی ہے یا طاغوت کی؟ کیا ہم ان کافروں کے قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کر کے آرام سے بیٹھ جائیں؟؟؟ نہیں نہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: ۱۱)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہیں بدلتی۔''

لہٰذا اے مسلمانوں! اپنے آپ کو بدل کر، ہی ہم دنیا سے طاغوت شرک اور کفریہ قوانین کو بدل سکتے ہیں۔

سید قطب شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''دین اسلام انسانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کا دستور ہے یہ مکمل طور پر اس وقت نافذ ہوگا جب تمام مسلمان اسکے نفاذ کے لئے اپنی صلاحیتوں کے مطابق جدوجہد کریں گے۔

(ھذالدین: سید قطب)

کتاب کے آخر میں ''مذاہب اربعہ کی پیروی کے متعلق ایک نفیس بحث موجود ہے جو ایک سوال کے جواب میں لکھی گئی۔ آخری میں ادارے کے احباب کی مخلصانہ کاوشوں کو دیکھ کر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ منہج صراط مستقیم کی نشر واشاعت کرنے والوں، مصنفین، مترجمین، کی ادنی سی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور دنیا میں خلوص اور آخرت میں قبولیت اعمال سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

خلیق الرحمٰن قدر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان